فہم حدیث

شکر کا رویّہ

مولانا عبد المالک

حضرت نعمان بن بشیرؓ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لکڑیوں کے ان تختوں پر یا اس منبر پر خطاب کرتے ہوئے فرمایا: جس نے تھوڑے کا شکر نہ کیا، وہ زیادہ کا شکر بھی نہیں کرے گا۔ جس نے انسانوں کا شکریہ ادا نہیں کیا وہ اللہ کا شکر بھی ادا نہیں کر سکے گا۔ اللہ کی نعمت کو بیان کرنا شکرگزاری ہے اور اسے بیان نہ کرنا ناشکری ہے۔

شکریہ ادا کرنا زندگی کے ایک رویے کا اظہار ہے، یہ بناوٹی نہ ہو، دل سے ہو۔ ایک انسان کے ساتھ دوسرے کتنی ہی چھوٹی بڑی بھلائیاں اور نیکیاں کرتے ہیں۔ اس پر دل میں شکر کا جذبہ بیدار ہونا چاہیے، یہ سلامت طبع اور احسان شناسی کا تقاضا ہے۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ کوئی شخص انسان کی بھلائیوں پر تو شکریہ ادا کرے لیکن اللہ کی بے پایاں نعمتوں پر شکر کا رویہ اختیار نہ کرے۔ شکر کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ نعمت کا تذکرہ کیا جائے۔ وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شمار کیا جائے تو کیا نہیں جا سکتا، ہر سانس، ہر لقمہ، ہر گھونٹ--- نعمتیں ہی نعمتیں۔

نعمتوں کا احساس، شکر کا جذبہ اور شکر کا رویہ انسان کو بے شمار نفسیاتی عوارض سے محفوظ رکھتا ہے، انسان زندگی کے بارے میں مثبت رویہ اپناتا ہے اور نیک کاموں کے لیے تیار رہتا ہے۔

○

حمید ایک مکی آدمی سے بیان کرتے ہیں جس کا نام یوسف تھا۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں اور ایک قریشی آدمی چند یتیموں کے سرپرست تھے، ان کے مال کے متولی تھے۔ ایک آدمی مجھ سے ہزار روپے لے گیا اور (وعدہ کے مطابق) واپس نہ کیے۔ اتفاقاً اس کے ایک ہزار روپے کسی طرح میرے ہاتھ آ گئے۔ یوسف کہتے ہیں کہ میں نے قریشی سے کہا کہ فلاں آدمی میرے ہزار روپے لے گیا ہے اور واپس نہیں کیے۔ میں اس کے ایک ہزار روپے جو میرے پاس آ گئے ہیں اپنے پاس رکھ لیتا ہوں۔ کہتے ہیں کہ قریشی نے مجھے کہا کہ میرے والد نے مجھ سے حدیث بیان کی کہ انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا "جس نے آپ کے پاس امانت رکھی ہے اس کی امانت ادا کر دو اور اس کی خیانت نہ کرو جو تمھارے ساتھ خیانت کرتا ہے"۔ (الفتح الربانی، ج ۱۹)

اپنا حق وصول کرنا جائز بلکہ ضروری ہے لیکن اس کے لیے معروف طریق کار اختیار کرنا چاہیے، جو بات چیت اور مذاکرات کا راستہ ہے۔ اپنا حق طلب کیا جائے۔ اگر کسی سے حق وصول نہیں ہو رہا تو اس کے لیے یہ طریقہ نہیں اختیار کرنا چاہیے کہ ہاتھ آئی ہوئی چیز بلا اطلاع اور بلا اجازت اور طے کیے بغیر اپنے پاس رکھ لی جائے۔ بلکہ متعلقہ شخص کو اطلاع دی جائے کہ آپ کی رقم میرے پاس آئی ہے اور میری رقم آپ کے ذمہ ہے۔ لین دین کے لیے کیا طریقہ اختیار کیا جائے۔ آپ میری رقم بعد میں دیں گے اور اپنی رقم اب لیتے ہے یا پھر میں یہ رقم اپنے قرضے کے بدلے میں رکھ لوں، کون سا طریقہ آپ کو پسند ہے۔ یوں مذاکرات کے ذریعے معاملہ طے کیا جائے۔

یہی معنی ہیں اس حدیث کے کہ جو تیرے ساتھ خیانت کرتا ہے تو اس کے ساتھ خیانت نہ کر یعنی اپنا حق وصول کرنے کا طریق کار بھی خیانت سے پاک ہو۔ قریشی کا اپنے ساتھی کو حدیث سنانے کا یہی مطلب تھا کہ آپ بات چیت کے ذریعے معاملہ طے کریں، ویسے ہی رقم دبا کر نہ بیٹھ جائیں۔

○

ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ ایک انصاری کو ایک حاجت درپیش تھی۔ اس کے گھر والوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چلے جائیں اور آپ سے اپنی حاجت مانگیں۔ وہ چلا آیا، پہنچا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم خطاب فرما رہے تھے۔ آپ کے کلمات طیبات یہ تھے "جس نے سوال سے بچنے کی کوشش کی، اللہ اسے سوال سے بچا دے گا، جو بے نیازی اختیار کرنا چاہے اللہ اسے بے نیاز کر دے گا، جس نے ہماری طرف رجوع کیا اور ہمارے پاس اسے دینے کے لیے کچھ ہو گا تو ہم اسے دے دیں گے"۔ آپ کا یہ خطاب سن کر اس کی کایا پلٹ گئی۔ وہ بغیر سوال کیے واپس چلا گیا اور سوال سے بچنے کی کوشش شروع کر دی۔ (الفتح الربانی، ج ۱۹)

ہر انسان کو ایسی ضرورت پیش آسکتی ہے جسے پورا کرنے کے وسائل اس کے پاس نہ ہوں۔ ایسی صورت میں دو رویے ہو سکتے ہیں۔ کسی کے پاس جا کر دست طلب دراز کرنا، یا اس سے بچنے کی کوشش کرنا، ضرورت کو موخر کرنا اور اللہ سے اچھی امید رکھنا۔ ہمارے رسولؐ کی تعلیم یہ ہے کہ انسان سوال سے بچے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے مناسب حالات پیدا کر دے گا۔

اس کا اطلاق قومی رویوں پر بھی ہوتا ہے۔ مانگنا مسلمانوں کے شایان شان نہیں۔

○

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یارسول اللہ فلاں آدمی کی میرے باغ میں ایک کھجور ہے۔ اس سے مجھے تکلیف ہے۔ اس کی کھجور کا میرے باغ میں ہونا میرے لیے تکلیف دہ ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو بلا بھیجا۔ وہ آیا تو آپؐ نے

فرمایا فلاں کے باغ میں اپنی کھجور مجھے فروخت کر دو۔ اس نے انکار کرتے ہوئے کہا: نہیں۔ آپؐ نے فرمایا فروخت نہیں کرتے تو مجھے ہبہ کر دو، اس نے کہا: نہیں۔ آپؐ نے فرمایا جنت میں ایک کھجور کے بدلے میں مجھے اپنی کھجور فروخت کر دو۔ اس نے کہا: نہیں۔ اس پر آپؐ نے فرمایا: میں نے تجھ سے بڑا بخیل نہیں دیکھا سوائے اس شخص کے جو سلام کرنے میں بخل سے کام لیتا ہے"۔ (الفتح الربانی، ج ۱۹)۔

کسی کو سلام کرنے میں آدمی کو نہ تو کچھ خرچ کرنا پڑتا ہے نہ کوئی تکلیف اٹھانا پڑتی ہے۔ صرف زبان کو حرکت دینا ہوتی ہے۔ سلام کے ذریعے دعا دے کر انسان دوسرے کے دل کو جیت لیتا ہے، اس سے تعلق پیدا کرتا ہے، تعلق کو بڑھاتا ہے اور اسی تعلق کے ذریعے دوسرے کا تعاون، ہمدردی اور محبت حاصل کرتا ہے۔ اگر ایک شخص سلام کرنے کے لیے بھی تیار نہ ہو اس میں بھی بخل سے کام لیتا ہو تو اس سے بڑا بخیل کون ہو گا؟ جس شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر اپنی کھجور ہبہ نہ کی، فروخت نہ کی، اس آدمی کی بدبختی کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا۔ سلام کرنے میں بخل سے کام لینے والا ایسے شخص سے بھی بڑا بدبخت ہے، یقیناً جیسا کہ اللہ کے رسول نے فرمایا۔ سلام کلام نہ کرنے والے کے خشک رویے کی کراہت کو اس سے زیادہ بہتر شکل میں بیان نہیں کیا جا سکتا۔

○

ہشام بن حکیم بن حزام سے روایت ہے کہ ان کا چند ذمیوں پر گزر ہوا جو شام کے علاقے میں دھوپ میں کھڑے کیے گئے تھے۔ انھوں نے لوگوں سے پوچھا کہ ان لوگوں کو کیوں دھوپ میں کھڑا کیا گیا ہے۔ لوگوں نے جواب دیا کہ ان کے ذمہ خراج کی کچھ رقم باقی ہے۔ تو اس پر انھوں نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا اللہ تعالیٰ قیامت کے روز ان لوگوں کو عذاب دے گا جو دنیا میں لوگوں کو عذاب دیتے تھے۔ ان دنوں فلسطین میں عمیر بن سعد امیر تھے۔ چنانچہ ہشام بن حکیم ان کے پاس گئے اور انھیں حدیث سنائی تو انھوں نے ان لوگوں کو آزاد کر دیا۔ اسی طرح حضرت خالد بن ولیدؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمام لوگوں سے زیادہ عذاب ان لوگوں کو ہو گا جو لوگوں کو دنیا میں سب سے زیادہ عذاب دیتے تھے۔ (الفتح الربانی، ج ۱۹)

آنکھیں اس دور کی پھر منتظر ہیں جب کسی مسلمان ملک کے ڈپٹی کمشنر، گورنر، صدر یا وزیراعظم کو کوئی آیت یا حدیث سنائی جائے اور وہ بلاچوں وچرا اس کے مطابق عمل کر دے!

آج کے مہذب معاشروں میں جسمانی تعذیب دینے اور ٹارچر کرنے کی روایت بہت مضبوط ہو گئی ہے۔ مسلمان ممالک بھی کسی سے پیچھے نہیں ہیں۔ مصر، شام، عراق، الجزائر اور دوسرے مقامات کے روح فرسا واقعات برابر علم میں آتے رہتے ہیں۔ ہمارے اپنے ملک میں پولیس کا اقبال جرم کرانے کے لیے تھرڈ ڈگری رویے کا استعمال معلوم و معروف ہے۔ اب تو سیاسی مخالفوں کو تعذیب دینے کا سلسلہ بھی شروع ہے۔ یقیناً تعذیب کا حکم

دینے والے اور اس حکم کو ماننے والے اس حدیث کا مصداق ہیں کہ آخرت میں ان لوگوں کو سب سے زیادہ عذاب ہو گا۔ چوری کے شبے میں گھر کے ملازموں پر مالکوں کے اپنے یا پولیس کے ذریعے مظالم اسی تعریف میں آتے ہیں، جس میں جان تک چلی جاتی ہے۔

ہمارے معاشروں میں خدا کا ذکر تو بہت ہے، لیکن لگتا ہے کہ خدا سے بے خوفی بھی بہت ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی پناہ میں رکھے۔

○

وابصہؓ بن معبد اسدی سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور میں چاہتا تھا کہ تمام نیکیوں اور تمام گناہوں کے بارے میں سوال کر ڈالوں اور کسی نیکی اور کسی گناہ کو پوچھے بغیر نہ چھوڑوں۔ آپ کے ارد گرد مسلمانوں کی ایک جماعت تھی جو سوالات کر رہی تھی تو میں (جوش و جذبہ میں) ان سے گزر کر آگے جانے لگا، اس پر لوگوں نے کہا وابصہؓ، نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے دور رہو۔ میں نے کہا مجھے چھوڑ دو، آگے جانے دو، اس لیے کہ آپ مجھے تمام لوگوں سے زیادہ محبوب ہیں کہ میں آپ کے قریب ہو جاؤں۔ اس پر آپ نے فرمایا: وابصہؓ کو چھوڑ دو۔ اسے آنے دو۔ پھر فرمایا: وابصہؓ قریب آ جاؤ۔ دو مرتبہ یا تین مرتبہ فرمایا۔ کہتے ہیں کہ میں آپ کے قریب ہو گیا۔ یہاں تک کہ آپ کے بالکل سامنے پنج کر بیٹھ گیا۔ پھر آپؐ نے فرمایا: وابصہؓ، میں تمھیں بتاؤں جو تمھیں پوچھنا ہے، پوچھتا ہے یا تم سوال کرو گے؟ میں نے عرض کیا: یارسولؐ اللہ آپ ہی بتلا دیجیے۔ آپ نے فرمایا: تم آئے ہو کہ مجھ سے نیکی اور گناہ کے بارے میں سوال کرو۔ وابصہؓ نے کہا: ہاں یارسولؐ اللہ! آپؐ نے اپنی انگلیاں اکٹھی کیں اور ان سے میرے سینے میں چوک دیتے ہوئے فرمایا: وابصہ، اپنے دل سے پوچھو! اپنے نفس سے پوچھو! تین مرتبہ فرمایا۔ آپ نے فرمایا نیکی وہ ہے جس پر تمارا نفس مطمئن ہو اور گناہ وہ ہے جو نفس میں خلش پیدا کرے اور سینے میں تردد پیدا کر دے۔ اگرچہ لوگ آپ کو فتویٰ دے دیں، (لیکن نفس میں خلش اور تردد ہو تو لوگوں کے فتوؤں کو نہ دیکھو، دل کے فتوے پر عمل کرو)۔ (الفتح الربانی، ج ۱۹)

نبی کریمؐ نے گناہوں سے بچنے والوں کو نیکیوں اور گناہوں کی طول طویل فہرستوں کے بجائے آسان قابل عمل نسخہ بتایا ہے۔ جس دل میں ایمان کی روشنی ہے، خدا کا خوف ہے، جواب دہی کا احساس ہے، اس دل سے اچھا مفتی اور کون ہو سکتا ہے۔ دیکھا گیا ہے کہ لوگ مشتبہ امور کو مشتبہ جانتے ہوئے بھی جواز کا فتویٰ حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں کسی مفتی کا نام لے کر پکڑ سے نہیں بچا جا سکے گا۔ نفس مطمئنہ جسے نور فراست حاصل ہو، وہ حق و باطل میں تمیز کر لیتا ہے۔ (ترتیب و تسہیل: مسلم سجاد)